مقالات مولانا ابو نعیم عبد الاعلیٰ بن حماد

فریضۂ قربانی کا معاشی پہلو

اور منکرینِ حدیث کی ذہنی اُپج

انکارِ حدیث کا پس منظر:

انسانی فطرت دو حصوں میں منقسم ہوئی، فطرتِ سلیمہ اور غیر سلیمہ! ——— اول الذکر اپنے خالق کے احکامات کو زاویۂ ایمان سے دیکھتی اور حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے وقت کئے گئے عہد و پیمان کو ایفاء کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جبکہ دوسری قسم کی فطرت اپنے ناجائز مقاصد اور خبثِ باطن کے معیار سے ان احکاماتِ الٰہیہ کو پرکھتی اور غلط جذبوں کی تسکین کی خاطر خاک چھانتی ہے ——— قرآنِ مجید کی تعبیر یوں ہے:

"وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا" (الاعراف: ۵۸)

"پاکیزہ زمین سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے (نفیس ہی) نکلتا ہے اور خراب زمین سے (جھاڑ جھنکاڑ اور) ناقص (پیداوار) کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

> باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
> در باغ لالہ روید، و در شوم بوم و خس

اسلام دینِ فطرت ہے اور بارانِ رحمت! ——— سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی فصل، اور قرآن اس کا بیج ہے ——— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس فصل کی آبیاری اپنے خون پسینہ سے کی اور تابعینِ عظام و محدّثین نے اس گلشنِ مصطفوی کے پھولوں کو ربع مسکوں میں تقسیم کیا، چنانچہ

آج تک مشامِ جان معطر کئے جاتے کا یہ سامان اُمّتِ مسلمہ کے پاس موجود ہے۔

اسلام آیا تھا زندہ رہنے کے لیے، باطل کو دباتے اور جھکانے کے لیے ــــ اس نے احبار ورہبان کی گودڑیاں ادھیڑ ڈالیں، قیصر و کسریٰ کی قبائیں چاک کیں، شخصیت پرستی کے دامن پھاڑے، پیٹ پرستی کے بخئے ادھیڑے، ظلم وجبر کے محلوں کو مسمار کیا اور یہود و نصاریٰ کے قائم کردہ قصرِ فریب کی خاک تک اڑا ڈالی ــــ اب یہ اسے برداشت کرتے تو کیونکر؟ ــــ زورِ بازو سے کائنات کی اس سب سے بڑی حقیقت کو مٹا نہ سکے تو اسلام کے ہمدرد اور قرآن کے خیر خواہ بن کر میدان میں اترے۔ چنانچہ اس سیدھے سادے دین کو علمِ کلام و معانی کے پیچوں میں الجھایا تو فتنہ کبھی خلقِ قرآن کی شکل میں رونما ہُوا تو کبھی صفاتِ خداوندی کی "تاویلات" کے روپ میں! ــــ کبھی سبائیت سے دانت نکالے تو کبھی باطنیت و تصوف نے آنکھیں دکھائیں ــــ مذہبی فتنے تو بہت جلد اپنی موت آپ مر گئے، مگر متشکلین و متجددین کا ایک گروہ اجتہاد و تحقیق کی آڑ میں اب بھی برسرِ پیکار ہے ــــ قرآنِ مجید سے اپنے من مانے مطالب و مفہوم اخذ کرنے کے لیے انکارِ حدیث کے بغیر ان کے لیے کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ چنانچہ یہ پروپیگنڈہ ان کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کی پوری تاریخ اب تک عجمی سازشوں کا شکار رہی ہے۔ لے دے کے اسلام کے جو چند ہمدرد اور بہی خواہ رہے ہیں، ان میں احمد امین مصری، سر سید احمد خاں، عبد اللہ چکڑالوی، احمد دین امرتسری، نیاز فتحپوری، اسلم جیراجپوری اور ان کا تتمہ غلام احمد پرویز ہیں ــــ اب زکوٰۃ ان کے نزدیک حکومت کا ٹیکس ہے یا مرکزِ ملت کا حق، حج ہندوؤں کی یاترا یا عیسائیوں کے بلگریمیج کا چربہ، نماز محض رسم، سنتِ متواترہ نہیں بلکہ جہالتِ متواترہ، روزہ ایک بے روح فاقہ تو تلاوتِ قرآن ایک بے فائدہ عبادت! ــــ یہ ہے ان بدنہاد لوگوں کی قرآنی بصیرت کا خلاصہ، جو انکارِ حدیث کے تعفن سے پوری فضا کو آلودہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ قربانی بھی ان کے نزدیک ایک فضول اور اسراف پر مبنی رسم قرار دی گئی ہے۔

"كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ"! ــــ "وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ"

ابتدائی سطور کافی طویل ہو گئیں۔ مگر اس فتنۂ انکارِ حدیث کے پس منظر سے

آگاہ کرنا ضروری تھا۔ تب آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ احکاماتِ الٰہیہ اور شعائرِ اسلام پر خاک اڑانے کا مقصد کیا ہے؟ یہ لوگ تو اسلام کی پوری عمارت کو ڈھا دینا چاہتے ہیں۔ ان کا جواب دینے سے ہمارا مقصود یہ ہوتا ہے کہ کم از کم جو لوگ علم و جہل میں فرق نہیں کر سکتے، اور ان کی لفاظی اور "ادبیت" سے مرعوب ہو جاتے ہیں، یا شکوک و شبہات کے جو کانٹے ان کے ذہنوں میں چبھ جاتے ہیں، ان سے یہ محفوظ رہ سکیں۔

چنانچہ ہمارے ایک دوست نے قربانی کے بارے کچھ سوالات بھیجے ہیں۔ جو منکرینِ حدیث کے ایک پمفلٹ "رسمِ قربانی، ایک ناجائز رسم" کا خلاصہ ہیں۔ زیادہ تر آڑ معیشت کی تباہی کی لی گئی ہے ــــ قبل اس کے کہ ہم ان کے اس کمزور اور بھونڈے سہارے کو منہدم کریں، قربانی کے بدیہی مفہوم سے متعارف کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔

قربانی کا بدیہی مفہوم :

قرآنِ مجید سے پوچھیے، قربانی کیا ہے؟ تو وہ یوں نقشہ کھینچتا ہے کہ :

کفر و شرک کی تاریکیوں میں ایک بندۂ خدا توحید کی شمع روشن کرتا ہے۔ اس کوشش میں اسے اپنے گھر بار، وطن، شفقتِ پدری، رأفتِ مادری، غرض ہر چیز سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ تاہم وہ کسی بھی موقع پر کمزوری نہیں دکھاتا ــــ امتحان و آزمائش کے اسّی برس گزارنے کے بعد "رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ"[1] کے جواب میں "فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ"[2] کی صورت اس کا دامن خوشیوں سے بھر دیا جاتا ہے۔ لیکن آزمائش کی گھڑی پھر سامنے آموجود ہوتی ہے۔ چنانچہ باپ بیٹا یوں ہمکلام ہوتے ہیں :

> باپ : "بیٹے، میں نے خواب میں دیکھا کہ راہِ خدا میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، بتا تیری کیا رائے ہے؟"
>
> بیٹا : "ابا جان، امرِ رب کے معاملے میں یہ پوچھ گچھ کیسی؟ جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل فرمائیے، رہا میرا معاملہ، تو آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے!"

ــــ باپ بیٹا دونوں فرمانِ الٰہی کی تعمیل کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ باپ اپنے

[1] الصّٰفّٰت ۱۰۰ [2] ایضاً : ۱۰۱

لختِ جگر کو پیشانی کے بل لٹا کر حلقوم پر چھری رکھ دیتا ہے اور زبان سے یہ اقرار کرتا ہے:

"اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" (الانعام: ۱۶۲-۱۶۳)

"میری نماز، میری قربانی غرضیکہ میرا جینا اور مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں!"

؎ میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں، میں اسی لیے نمازی

—— یہ ہے وہ قربانی، جس کی حقیقت کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بایں الفاظ استفسار کیا:

"مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟"

زبانِ رسالت ترجمان سے ارشاد ہوا:

"سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ!"

"یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے!"

مزید فرمایا:

"لَکُمْ فِیْھَا خَیْرٌ!" (الحج: ۳۶)

"تمہارے لیے اس میں خیر ہی خیر ہے!"

نیز فرمایا:

"فَکُلُوْا مِنْھَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ" (ایضاً):

"(ذبح کرو) سو اس میں سے خود بھی کھاؤ اور حاجتمندوں کو بھی کھلاؤ!"

—— ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرما دی کہ محض خون بہانے سے مقصود حاصل نہیں ہو سکتا، بلکہ دل و نگاہ کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے اور یہی کچھ مطلوب ہے:

"لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ!" (ایضاً: ۳۷)

گوشت تم نے کھا لیا، خون زمین پر گر گیا —— خدا تک کیا پہنچا؟ تمہارے دلوں کی طہارت

اور تمہارا جذبۂ اطاعت! ــــــ چنانچہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے تمہارے گناہوں کی بخشش ہو جائے گی!

نگاہِ باز گشت:

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی یادگار، سنّتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع، تقرب الی اللہ کا بہترین ذریعہ، دلوں کے تقویٰ کا شاندار مظہر، راہِ خدا میں سب کچھ لٹا دینے اور اپنا دامن جھاڑ لینے کا عزم، غرباء و مساکین کو مسرت و شادمانی سے ہمکنار کرنے کا باعزت طریقہ ــــــ اسے اہلِ اسلام قربانی کہتے ہیں۔ دیکھئے کس قدر مسرت انگیں پہلو ہے، کیسی دلآویز فضائیں ہیں، کیسی خوش کن و سحر آمیز بہاریں ہیں، جن میں ایک حقیقی مسلمان جی رہا ہے؟ روحانیت کی یہ رعنائیاں اور اسلام و ایمان کی یہ حلاوت جسے نصیب ہو جائے، اسے منکرینِ حدیث اور ان نام نہاد مفکرین کی بدبودار اور متعفن تحقیقات سے خود بخود نفرت ہو جاتی ہے ــــــ گلشنِ اسلام اور چمنِ مصطفوی کی بلبلوں کے ساتھ خس و خاشاک اور جھاڑ جھنکاڑ کے بھتوروں کا بھلا کیا جوڑ؟ ــــــ "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ!" (الکافرون: ۶)

قربانی کا معاشی پہلو:

اسلام دینِ فطرت ہے، جہاں اس نے روحانیت کی عطر بیز فضاؤں سے دنیا اور اہلِ دنیا کو معمور و مسحور کیا، وہاں اس نے معیشت و اقتصاد کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ قربانی ہی کو دیکھ لیجئے، یہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ بھی ہے اور دنیا والوں کے لیے روزی کا سامان بھی ــــــ ارشادِ خداوندی ہے:

"فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ـ الآية!" (الحج: ۳۶)

کہ "(قربانی کے) اس (گوشت) سے خود بھی کھاؤ اور سفید پوش اور اصحابِ احتیاج کو بھی کھلاؤ!"

نیز فرمایا:

"لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ!" (ایضاً)

"تمہارے لیے اس میں (دینی و دنیاوی) خیر رہی خیر ہے!"

اس کے مقابلے میں منکرینِ حدیث اور دشمنانِ قرآن کا یہ کہنا کہ:

قربانی کی "رسم" پر بے شمار روپیہ غریب عوام کا ہر سال ضائع ہو جاتا ہے جس سے ملکی معیشت بری طرح متاثر ہوتی ہے!

——کیا اس نظریئے کی کچھ وقعت باقی رہ جاتی ہے؟—— روحانی پہلو سے سوچا جائے تو وہ چیز کہ جس کا حکم احکم الحاکمین دے، جو اس کے تقرب کا بہترین ذریعہ ہو، جو دلوں کے جذبۂ اطاعت کا شاندار مظہر ہو، جس کا وجود از آدمؑ تا ایں دم پایا جاتا ہو، اور تا قیامت باقی رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ! جو خدا تعالیٰ کے دو فرمانبردار بندوں کی تسلیم و رضا کی یادگار ہو، اور جسے بالخصوص رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری مدنی زندگی کے دس سالہ دور میں لازم پکڑا ہو اور امت کو سختی سے اس کی تاکید کی ہو کہ "جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے!" —— چنانچہ امتِ مسلمہ کا اس پر متواتر عمل رہا ہو۔ اسے "رسم" کہنا گمراہی، ہٹ دھرمی، مادیت پرستی اور شیطان کی عبادت نہیں تو اور کیا ہے؟—— اسے فضول خرچی پر محمول کرنا خود اس قرآن سے کیا کھلا معارضہ نہیں کہ جس سے زبانی محبت کا ڈھونگ رچایا جا رہا ہے؟—— پھر ساتھ ہی ساتھ "مفسرِ قرآن" ہونے کا دعویٰ بھی ہے، لیکن ان احمقوں کو یہ تک سوچنے کی توفیق نصیب نہ ہوئی کہ عید الاضحیٰ کا نام "عید الاضحیٰ" کیوں ہے —— اور قربانی کے بغیر "عید الاضحیٰ" چہ معنی دارد؟

اور اگر معاشی نقطۂ نظر سے سوچا جائے تو اس قربانی سے بے شمار لوگوں کی روزی وابستہ ہے، قربانی کا جانور پالنے سے لے کر قربانی تک اور پھر اس کے بعد قربانی کی کھالوں کی مصنوعات حتیٰ کہ قربانی کے جانوروں کی ہڈیاں اور پٹھے تک ان گنت خاندانوں کے معاش کا ذریعہ ہیں —— پھر وہ غریب اور تنگ دست لوگ کہ جنہیں سال بھر گوشت دیکھنا نصیب نہیں ہوتا، قربانی کا گوشت ان کے کام و دہن کی لذت کا سبب بنتا ہے —— عقل اور صرف عقل کا بھی فیصلہ یہ ہے کہ قربانی سے انکار کے لیے معیشت کی تباہی کا یہ بہانہ بھی ان اسلام دشمنوں کے کام نہیں آسکا!

—— ورنہ اگر اس منفی سوچ کا انداز یہی ہے تو ہمیں فریضۂ نماز پر بھی نظرِ ثانی کرنا پڑے گی کہ "بیچارے عوام" کے روزانہ کتنے گھنٹے اس "رسم" پر ضائع ہو جاتے ہیں،

یہی وقت اگر کاروبار پر صرف کیا جائے تو ملکی معیشت بڑی مستحکم ہو سکتی ہے ——— اسی طرح حج کے فریضہ کا پوسٹ مارٹم بھی ہمیں کرنا ہوگا کہ محض ایک گھر کی زیارت کے لیے کروڑوں روپیہ ہر سال ضائع ہو جاتا ہے ——— حتیٰ کہ یہ بدبودار سوچ صرف عبادات تک محدود نہ رہے گی بلکہ معمولات زندگی یا لوازمات حیات نکاح، شادی، تجہیز و تکفین، اکل و شرب حتیٰ کہ سونے اور جاگنے کے معمولات میں بھی ہمیں کانٹ چھانٹ کرنا ہوگی۔ کیا خیال ہے کہ ہر آدمی اپنی زندگی کا تقریباً تیسرا حصہ سو کر گزار دیتا ہے، اگر وہ سونا چھوڑ دے تو انسانی زندگی کا یہ قیمتی وقت کسی ہنر کمانے میں صرف ہو سکتا ہے، چنانچہ ملکی معیشت کو چار چاند ہی تو لگ جائیں گے ——— اسی طرح سوچتے جائیے، سوچتے جائیے اور منکرین حدیث کی ان دماغی کاوشوں اور مضحکہ خیز ہمدردیوں پر سر دھنیے، کہ ع

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے!

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان عقل دشمنوں کو عقل عطا فرمائے۔ آمین!

شعر و ادب

مولانا عبد الرحمان عاجزؔ

بشر پھنس جائے گا محشر میں خود اپنی شہادت سے

مثال مردہ پہلو میں پڑا ہے ایک مدت سے
دل خوابیدہ، اٹھ بیدار ہو جا خواب غفلت سے

مآل زندگی دیکھا ہے جس کی چشم عبرت نے
وہ کب مانوس ہوتا ہے جہاں کے عیش و عشرت سے

رہا ہوگا وکالت سے نہ چھوٹے گا ضمانت پر
بشر پھنس جائے گا محشر میں خود اپنی شہادت سے

ہزاروں کشتۂ غم ہیں مآل عیش و عشرت پر
تجھے فرصت نہیں لیکن خیال عیش و عشرت سے

کبھی کوشش بھی کی ہے موت کے معنی سمجھنے کی
کبھی سوچا بھی ہے مقصد ہے کیا تیری ولادت سے؟

اگر ایماں ہے تیرا گرمئ روز قیامت پر
پگھلتا کیوں نہیں پھر دل ترا ذکر قیامت سے؟

جما جن کے نہ دل پر نقش دنیا کی محبت کا
وہ اب دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں کس مسرت سے

ہوئی اصلاح گر تجھ سے نہ اپنے دل کی اے عاجزؔ
تو نا ممکن ہے بچنا سختئ روز قیامت سے